

ابوسعید سلفی

مُردوں کا دیکھنا اور سلام سننا!

قبر والے نہ زندوں کا سلام سنتے نہ انہیں دیکھتے پہچانتے ہیں۔ بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں اور زائرین کو دیکھتے و پہچانتے ہیں، کسی صحیح دلیل پر مبنی نہیں۔ اس قسم کے دلائل اور ان پر تحقیقی تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ، كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا، فَيَسَلِّمُ عَلَيْهِ، إِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ. ”قبر والا دنیا میں جس شخص کا واقف تھا، وہ اگر اس کی قبر کے پاس سے

گزرتے ہوئے اسے سلام کہتا ہے تو وہ اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔“

(مصنّفات أبي العباس الأصم: 419 (11)، فوائد أبي القاسم تمام: 139، المعجم الشيوخ لابن جميع الصيداوي: 333، تاريخ بغداد: 139/7، تاريخ ابن عساكر: 38/10، 65/27، سير أعلام النبلاء للذهبي: 590/13)

تبصرہ: یہ موضوع ومن گھڑت سند ہے، اس کا راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم

جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ اور ”متروک“ ہے۔ اس کے بارے میں حافظ یثیٰ فرماتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُ عَلَى تَضْعِيفِهِ. ”اکثر محدثین اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔“

(مجمع الزوائد: 20/2)

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں: وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَى تَضْعِيفِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ. ”عبدالرحمن بن زید کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام کا

اتفاق ہے۔“ (العلل المتناہية: 1523)

اس نے اپنے باپ سے جھوٹا نسخہ راویت کیا ہے۔ مذکورہ روایت بھی یہ اپنے باپ سے

کر رہا ہے۔

② اس روایت کا ایک موقوف شاہد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یوں مروی ہے:

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ الْجَوْهَرِيُّ: نَا مَعْنُ ابْنُ عِيسَى الْقُرَازُ: أَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ: نَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: [إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ يَعْرِفُهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَعَرَفَهُ، وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرِ لَا يَعْرِفُهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ].

”جب کوئی شخص کسی جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان بھی لیتا ہے، لیکن جب وہ ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس سے اس کی جان پہچان نہیں تھی اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔“ (شعب الإيمان للبيهقي: 8857، الصارم المنكي في الرد على السبكي لابن عبد الهادي: 224)

تبصرہ: اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی محمد بن قدامہ جوہری ”ضعیف“ ہے۔ اس کے بارے میں علامہ بیہقی لکھتے ہیں: وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ. ”اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔“ (مجمع الزوائد: 275/1)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فِيهِ لِينٌ. ”اس میں کمزوری ہے۔“ (تقریب التهذيب: 6234)

② یہ سند ”منقطع“ ہے۔ زید بن اسلم کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا عَلِمْنَا زَيْدًا سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ.

”ہمارے علم میں (ایسی کوئی دلیل نہیں) کہ زید نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہو۔“

(سير أعلام النبلاء: 590/12)

③ اس کا ایک اور موقوف شاہد یہ ہے:

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ، عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: مَرَّ أَبُو هُرَيْرَةَ وَصَاحِبٌ لَهُ عَلَى قَبْرِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: سَلِّمْ! فَقَالَ الرَّجُلُ: أَسَلِّمْ عَلَى قَبْرِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: [إِذَا كَانَ رَأَى فِي الدُّنْيَا يَوْمًا قَطُّ، إِنَّهُ لَيَعْرِفُكَ الْآنَ].

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے فرمایا: سلام کہیں۔ اس نے عرض کیا: کیا میں قبر پر سلام کہوں؟ فرمایا: اگر اس قبر والے نے دنیا میں ایک دن بھی تمہیں دیکھا ہوگا تو وہ اب تمہیں ضرور پہچان لے گا۔“ (الصارم المنکی لابن عبد الہادی، ص: 224)

تبصرہ: یہ بھی موضوع (من گھڑت) سند ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی یحییٰ بن علاء ”کذاب“ اور ”وضاع“ ہے۔

② اس میں محمد بن عجلان کی ”تدلیس“ بھی ہے۔

③ زید بن اسلم کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

④ اس سلسلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت یوں ہے:

قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ بْنِ سَمْعَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُورُ قَبْرَ أَخِيهِ، وَيَجْلِسُ عِنْدَهُ، إِلَّا اسْتَأْنَسَ، وَرَدَّ عَلَيْهِ، حَتَّى يَقُومَ».

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور وہاں بیٹھ جاتا ہے تو قبر والا اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے، اس

کی باتوں کا جواب بھی دیتا رہتا ہے۔“ (الصارم المنکی لابن عبد الہادی، ص: 224)

تبصرہ : یہ من گھڑت روایت ہے، کیونکہ اس کی سند میں عبد اللہ بن

زیاد بن سمان راوی بالاتفاق ”کذاب“ اور ”متروک“ ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أَحَدُ الْمَتْرُوكِينَ فِي الْحَدِيثِ .

”یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث چھوڑ دی گئی ہے۔“ (الکاشف: 78/2)

⑤ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَحَدٍ مَرَّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ، كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، إِلَّا عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ». ”جو شخص اپنے کسی ایسے مؤمن

بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جو دنیا میں اسے جانتا تھا اور اسے سلام کہے تو وہ ضرور

اسے پہچان لے گا اور سلام کا جواب دے گا۔“ (الاستذکار لابن عبد البر: 234/1)

تبصرہ : اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کے دو راویوں، ابو عبد اللہ

عبید بن محمد اور فاطمہ بنت ریان کے حالات نہیں مل سکے۔ بعض متاخرین کی جانب سے اس روایت کو صحیح قرار دینا باعث تعجب ہے۔

⑥ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَلِّمُوا عَلَى إِخْوَانِكُمْ هَؤُلَاءِ الشُّهَدَاءُ، فَإِنَّهُمْ يَرُدُّونَ عَلَيْكُمْ».

”اپنے ان شہید بھائیوں کو سلام کہا کرو، کیونکہ یہ تمہیں جواب دیتے ہیں۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 1582/4، وفي نسخة: 270/4)

تبصرہ : یہ جھوٹ کا پلندہ ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی یحییٰ بن عبد الحمید جمانی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضَعَفَهُ الْجُمُهورُ .

”اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔“ (البدر المنير: 224/3)

- ⑥ عبد الرحمن بن زید بن اسلم بھی جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ اور ”متروک“ ہے اور اس نے اپنے باپ سے ایک جھوٹا نسخہ بھی روایت کیا ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ روایت بھی وہ اپنے باپ سے بیان کر رہا ہے۔
- ⑦ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح بھی مروی ہے:

قَالَ أَبُو رَزِينٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ طَرِيقِي عَلَى الْمَوْتَى، فَهَلْ مِنْ كَلَامٍ أَتَكَلَّمُ بِهِ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: «قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ»، قَالَ أَبُو رَزِينٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَسْمَعُونَ؟ قَالَ: «يَسْمَعُونَ، وَلَكِنْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُوا»، قَالَ: «يَا أَبَا رَزِينٍ! أَلَا تَرْضَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْكَ بَعْدَ دِهِمٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ؟»

”سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے راستے میں قبریں آتی ہیں۔ کیا میں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے کوئی بات کر سکتا ہوں؟ فرمایا: یہ کہا کرو: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ» (اہل قبرستان میں سے مسلمانو اور مومنو! تم پر سلامتی ہو۔ تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں، اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ آملنے والے ہیں)۔ سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: سنتے تو ہیں، لیکن ان میں جواب دینے کی سکت نہیں۔ پھر فرمایا: اے ابورزین! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے بدلے میں اتنے ہی فرشتے تمہیں سلام کا جواب دیں؟“ (الضعفاء الكبير للعقيلي: 19/4، ت: 1573)

تبصرہ :

یہ روایت سخت ترین ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی محمد بن عمار بن عطیہ رازی ”مجہول“ ہے۔ کسی محدث نے اس کی توثیق نہیں کی۔

② نجم بن بشیر راوی بھی ”مجہول“ ہے۔

③ محمد بن اشعث راوی کے بارے میں خود امام عقیلی رحمہ اللہ، جو اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں، فرماتے ہیں: مَجْهُولُ النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ، وَحَدِيثُهُ

غَيْرُ مَحْفُوظٍ. ”اس کا نسب بھی مجہول ہے اور روایت بھی۔ اس کی حدیث غیر محفوظ، یعنی شاذ ہے۔“ (الضعفاء الكبير: 18/4)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يُعْرَفُ. ”یہ مجہول راوی ہے۔“

(میزان الاعتدال: 486/3، ت: 7248)

⑧ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ایک روایت یوں ہے:

«أَنْسُ مَا يَكُونُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهٖ، إِذَا زَارَهُ مَنْ كَانَ يُحِبُّهُ فِي دَارِ الدُّنْيَا».

”قبر میں میت کو سب سے زیادہ مانوسیت اس وقت ہوتی ہے، جب قبر پر وہ شخص آتا ہے

جس سے وہ اپنی زندگی میں محبت کرتا تھا۔“ (الأربعين الطائفة، لأبي الفتح الطائفي، ص: 129)

تبصرہ :

یہ موضوع (من گھڑت) روایت ہے، کیونکہ دنیا جہان میں اس

کی کوئی سند موجود نہیں۔ بے سند روایات پر اعتما دکرنا دین اسلام سے وفاداری نہیں۔

⑨ عبد اللہ بن ابوفروہ مدنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد کے قبرستان

میں تشریف لے گئے اور یوں دُعا فرمائی: «اللَّهُمَّ! إِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ

يَشْهَدُ أَنَّ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ، وَأَنَّهُ مَنْ زَارَهُمْ وَسَلَّمْ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

رَدُّوا عَلَيْهِ».

”اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرا نبی یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ

لوگ شہید ہیں۔ قیامت تک جو بھی ان کی قبروں پر آئے گا اور ان کو سلام کہے گا، یہ اس کو جواب دیں گے۔“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 29/3، ح: 4320، دلائل النبوة للبيهقي: 307/3)

تبصرہ: اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کے راوی عبد اللہ بن ابو

فروہ کی توثیق نہیں مل سکی۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمَشْهُورٍ . ”یہ راوی معروف نہیں ہے۔“

(تعجيل المنفعة، ص: 269، ت: 576)

دوسری بات یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابو فروہ ڈائریکٹ نبی اکرم ﷺ سے روایت کر رہا ہے، اس لیے یہ سند ”مرسل“ ہونے کی بنا پر بھی ”ضعیف“ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مستدرک حاکم کی تعلیق میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”مرسل“ قرار دیا ہے۔ یوں امام حاکم رحمہ اللہ کا اس کی سند کو ”صحیح“ قرار دینا صحیح نہیں۔

⑩ مذکورہ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

قَالَ الْعَطَّافُ : وَحَدَّثَنِي خَالَتِي أَنَّهَا زَارَتْ قُبُورَ الشُّهَدَاءِ ، قَالَتْ : وَلَيْسَ مَعِيَ إِلَّا غُلَامَانِ ، يَحْفَظَانِ عَلَيَّ الدَّابَّةَ ، قَالَتْ : فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ ، فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ ، قَالُوا : وَاللَّهِ ! إِنَّا نَعْرِفُكُمْ كَمَا يَعْرِفُ بَعْضُنَا بَعْضًا ، قَالَتْ : فَأَقْشَعِرَّتْ ، فَقُلْتُ : يَا غُلَامُ ! أَدُنْ بَغْلَتِي ، فَرَكَبْتُ .

”عطاف بن خالد کہتے ہیں: مجھے میری خالہ نے بیان کیا کہ وہ شہداء کی قبروں کی زیارت کے لیے گئیں۔ وہ بیان کرتی ہیں: میرے ساتھ صرف دو غلام تھے، جو میری سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے شہداء کو سلام کہا تو مجھے سلام کا جواب سنائی دیا اور شہداء کی طرف سے یہ آواز آئی: اللہ کی قسم! ہم تمہیں اس طرح پہچان لیتے ہیں، جیسے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے آواز دی: اے غلام!

سواری میرے قریب کرو۔ پھر میں سوار ہو (کروہاں سے چلی) گئی۔“

تبصرہ : اس کی سند بھی ”ضعیف“ ہے، کیونکہ عطا بن خالد کی خالہ ایک نامعلوم خاتون ہے۔ اس کا کردار و عمل کیسا تھا؟ کچھ معلوم نہیں، لہذا اس کی بیان کردہ کہانی کا کوئی اعتبار نہیں۔

⑪ عطا بن خالد کی خالہ کی بیان کردہ کہانی اس طرح بھی مروی ہے :

رَكِبْتُ يَوْمًا إِلَى قُبُورِ الشَّهَدَاءِ، وَكَانَتْ لَا تَرَالُ تَأْتِيهِمْ، قَالَتْ : فَتَزَلْتُ عِنْدَ قَبْرِ حَمْزَةَ، فَصَلَّيْتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ أُصَلِّيَ، وَمَا فِي الْوَادِي دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ، إِلَّا غُلَامٌ قَائِمٌ آخِذٌ بِرَأْسِ دَابَّتِي، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ صَلَاتِي، قُلْتُ هَكَذَا بِيَدِي : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ عَلَيَّ، يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْأَرْضِ، أَعْرِفُهُ كَمَا أَعْرِفُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَنِي، وَكَمَا أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ، فَاقْشَعَرَّتْ كُلُّ شَعْرَةٍ مِنِّي .

”ایک دن میں شہداء کی قبروں پر گئی اور یہ میرا ہمیشہ کا معمول تھا۔ میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس گئی اور جتنی مقدر میں تھی، نماز پڑھی، وہاں قریب قریب کوئی پکارنے والا اور کوئی جواب دینے والا نہ تھا، صرف ایک لڑکا تھا جو میری سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ جب میں اپنی نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کہا۔ پھر زمین کے نیچے سے میں نے سلام کا جواب سنا اور میں اس جواب کو یوں پہچان رہی تھی جیسے یہ جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جیسے دن رات کو پہچانتی ہوں۔ اس کے بعد میرے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔“

(من عاش بعد الموت لابن أبي الدنيا : 41، دلائل النبوة للبيهقي : 308/3، والسياق له،

البدایة والنهاية لابن كثير : 45/4)

تبصرہ : اس کی سند بھی ”ضعیف“ ہے، کیونکہ عطا بن خالد کی خالہ

نامعلوم عورت ہے، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

⑫ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ::

«أَشْهَدُ أَنَّ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَاتُّوهُمْ وَزُورُوهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَسْلَمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا رُدُّوا عَلَيْهِ».

”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ روزِ قیامت اللہ کے ہاں شہید شمار ہوں گے۔ تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت کے دن تک جو بھی ان کو سلام کہے گا، یہ اس کا جواب دیں گے۔“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 271/2، الرقم: 2977)

تبصرہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ امام حاکم رحمہ اللہ کے استاذ ابوالحسین، عبید اللہ/عبد اللہ بن محمد، قطعی کو ہم نہیں جان سکے۔

مجمع کبیر طبرانی (364/20) میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سخت ترین ”ضعیف“ ہے، اس میں یحییٰ بن علاء راوی ”متروک“ ہے۔ نیز اس کے ایک راوی ابوبلال اشعری کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔ (سنن الدارقطنی: 220/1)

اس روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر وہم یا تصحیف ہے، کیونکہ طبرانی کی سند سے یہی روایت حلیۃ الاولیاء (108/1) میں موجود ہے، جسے عبید بن عمیر ”مرسل“ بیان کرتے ہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر نہیں کرتے۔ اسی طرح طبقات ابن سعد (121/3) میں بھی عبید بن عمیر یہ روایت ”مرسل“ ہی بیان کرتے ہیں۔

⑬ ہاشم بن محمد عمری کا بیان ہے : مجھے میرے والد مدینہ منورہ سے شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کو لے گئے، یہ جمعہ کا دن تھا، ابھی سورج نہیں نکلا تھا، میں اپنے والد کے پیچھے پیچھے تھا، جب ہم قبرستان کے پاس پہنچے تو میرے والد نے آواز بلند کہا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ، فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.

”تم نے جو صبر کیا، اس کے بدلے تم پر سلامتی ہے، آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔“

اس پر جواب آیا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ!

”ابو عبد اللہ! آپ پر بھی سلامتی ہو۔“

میرے والد نے میری طرف دیکھا اور پوچھا: بیٹا! آپ نے جواب دیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر لیا اور دوبارہ اسی طرح سلام کہا تو دوبارہ بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسری مرتبہ بھی اسی طرح مکالمہ ہوا۔ اس پر میرے والد اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ شکر میں پڑ گئے۔ (دلائل النبوة للبيهقي: 3/125، 308)

تبصرہ: اس کی سند ”مجهول“ راویوں کی ساختہ پر داخستہ ہے۔

① ابو یعلیٰ حمزہ بن محمد بن حمزہ علوی کی توثیق نہیں مل سکی۔

② ہاشم بن محمد عمری کون ہے؟ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

④ محمد بن واسع تابعی (م: 123ھ) سے منقول ہے:

بَلَّغْنِي أَنَّ الْمَوْتَى يَعْلَمُونَ بِزَوَارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمًا قَبْلَهُ، وَيَوْمًا بَعْدَهُ.

”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مردے ان لوگوں کو جانتے ہیں جو جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کو

ان کی قبروں پر آتے ہیں۔“ (شعب الإيمان للبيهقي: 11/375، ح: 8862)

تبصرہ: یہ قول بھی باطل ہے، کیونکہ:

① اس کی سند میں جبیر قصاب نامی راوی ”مجهول“ ہے۔

② محمد بن واسع کو یہ بات پہنچانے والا شخص بھی نامعلوم ہے۔

⑤ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمَيِّتُ يَعْرِفُ مَنْ يَغْسِلُهُ، وَيَحْمِلُهُ، وَيَكْفِنُهُ، وَمَنْ يُدْلِيهِ فِي حُفْرَتِهِ».

”میت اپنے غسل دینے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہچان

رہی ہوتی ہے۔“ (مسند الإمام أحمد : 3/3، المنامات لابن أبي الدنيا : 6، تاريخ بغداد للخطيب : 212/12)

تبصرہ : اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس میں ایک ”مبہم“ و ”مجهول“ راوی موجود ہے۔ حافظ بیہمی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَفِيهِ رَجُلٌ لَّمْ أَجِدْ مَنْ تَرَجَّمَهُ . ”اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کے حالات درج کرنے والا کوئی بھی میرے علم میں نہیں۔“ (مجمع الزوائد : 21/3)

یہی روایت امام طبرانی رحمہ اللہ کی معجم اوسط (7/257، ح : 7438) اور امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ کی تاریخ اصبہان (1/208) میں بھی مذکور ہے، لیکن اس کی سند بھی ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس میں :

① عطیہ عوفی راوی موجود ہے، جو جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“ ہے، نیز یہ ”مذلس“ بھی ہے۔

② اسماعیل بن عمرو نخعی راوی بھی ”ضعیف“ ہے۔

اس کے بارے میں حافظ بیہمی فرماتے ہیں : ضَعْفُهُ الْجُمُهُورُ .

”اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“ (مجمع الزوائد : 1/248، ح : 1782)

⑬ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (736-795ھ) نقل کرتے ہیں :

خَرَجَ ابْنُ الْبَرَاءِ، فِي كِتَابِ الرُّوضَةِ، مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شَمْرٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ جِدًّا، عَنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ حَذْلَكٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ، إِلَّا وَهُوَ يَعْرِفُ غَاسِلَهُ، وَيُنَاشِدُ حَامِلَهُ، إِنْ بُشِّرَ بِرُوحٍ وَرِيحَانٍ وَجَنَّةٍ نَعِيمٍ، أَنْ يُعَجِّلَهُ، وَإِنْ بُشِّرَ بِنَزْلِ مِّنْ حَمِيمٍ وَتَصْلِيَةٍ جَحِيمٍ، أَنْ يَحْبِسَهُ» .

”ابن البراء نے اپنی کتاب [الروضہ] میں عمرو بن شمر، جو کہ سخت ضعیف راوی ہے، سے جابر جعفی اور تمیم بن حذک کے واسطے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مرنے والا انسان اپنے غسل دینے والے کو پہچان رہا ہوتا ہے اور کندھوں پر اٹھانے والے کو پکار رہا ہوتا ہے۔ اگر تو اسے رحمت، پاکیزہ رزق اور نعمتوں والی جنت کی خوشخبری سنا دی گئی ہو تو کہتا ہے کہ کندھا دینے والے اسے جلدی لے جائیں اور اگر اسے گرم پانی کی مہمانی اور جہنم میں ڈالنے کی بشارت دی گئی ہو تو وہ کہتا ہے کہ اسے نہ لے کر جائیں۔“ (أحوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور، ص: 44، 45)

تبصرہ:

- ① اس کو بیان کرنے والا ایک راوی عمرو بن شمر ”متروک“ اور ”کذاب“ ہے۔
 - ② جابر جعفی بھی جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ اور ”متروک“ راوی ہے۔ یہ دونوں راوی رافضی ہیں۔
 - ③ تمیم بن حذک راوی کون ہے؟ اس کا تعارف نہیں ہو سکا۔
- حافظ سیوطی (شرح الصدور: 100) اور ان کے استاذ سفیری (شرح صحیح البخاری: 75/2) کا اس کی سند کو ”ضعیف“ کہنا استاذ و شاگرد کے تساہل پر مبنی ہے۔ عمرو بن شمر اور جابر جعفی جیسے دو رافضی راویوں کی بیان کردہ سند کو صرف ”ضعیف“ کہنا انصاف نہیں، بلکہ یہ یقینی طور پر جھوٹی اور باطل روایت ہے۔

⑦ حبان بن ابو جبلة تابعی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

بَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الشُّهَدَاءَ إِذَا اسْتُشْهِدُوا، أَنْزَلَ اللَّهُ جَسَدًا، كَأَحْسَنِ جَسَدٍ، ثُمَّ يُقَالُ لِرُوحِهِ: ادْخُلِي فِيهِ، فَيَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ الْأَوَّلِ مَا يُفْعَلُ بِهِ، وَيَتَكَلَّمُ فَيُظَنُّ أَنَّهُمْ يَسْمَعُونَ

كَأَلَمَهُ، وَيَنْظُرُ فَيَظُنُّ أَنَّهُمْ يَرَوْنَهُ، حَتَّى تَأْتِيَهُ أَزْوَاجُهُ، يَعْنِي الْحُورَ الْعَيْنَ، فَيَذْهَبْنَ بِهِ» .
 ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بلاشبہ جب شہداء کو شہید کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک خوبصورت ترین جسم نازل کرتا ہے، پھر اس کی روح کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ روح اپنے پہلے جسم کو دیکھ رہی ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، وہ باتیں بھی کرتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں اور وہ دیکھ بھی رہی ہوتی ہے اور سمجھ رہی ہوتی ہے کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں۔ اسی اثنا میں اس کی بیویاں، یعنی موٹی آنکھوں والی حوریں، آ جاتی ہیں اور اسے لے جاتی ہیں۔“ (آخر حرجہ ابن مندہ کما فی أحوال القبور لابن رجب : 98، الجہاد للإمام عبد اللہ بن المبارک : 63)

تبصرہ : اس کی سند سخت ”ضعیف“ ہے، کیونکہ :

① اس کی سند میں عبد الرحمن بن زیاد بن نعم افريقی راوی ہے، جو جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔ اس کے بارے میں :

✽ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَهُوَ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقٍ .

”یہ راوی باتفاق محدثین ضعیف ہے۔“ (خلاصۃ الأحکام : 449/1)

✽ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ضَعَفَهُ الْجُمُهورُ .

”اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔“ (تخریج أحادیث الإحياء : 1901)

✽ علامہ یثمی لکھتے ہیں : وَالْجُمُهورُ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”جمہور محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں۔“ (مجمع الزوائد : 250/1)

✽ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَالْأَكْثَرُ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”اکثر محدثین کرام اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔“ (تنقیح التحقيق : 381/2، ح : 1008)

② حبان بن ابو جہلہ تابعی کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے۔ پہنچانے والا کوئی نامعلوم و مجهول شخص ہے، لہذا یہ روایت اس شخص کی جہالت کی بنا پر بھی ”ضعیف“ ہے۔

⑧ عاصم محمدی (م: 129ھ) کی اولاد میں سے ایک شخص کا بیان ہے:

رَأَيْتُ عَاصِمًا الْجَحْدَرِيَّ فِي مَنَامِي، بَعْدَ مَوْتِهِ بِسَنَتَيْنِ، فَقُلْتُ: أَلَسْتَ قَدْ مِتَّ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَأَيْنَ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا، وَاللَّهِ! فِي رَوْضَةٍ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، أَنَا وَنَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِي نَجْتَمِعُ كُلَّ لَيْلَةٍ جُمُعَةٍ وَصَبِيحَتِهَا إِلَى بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ، فَتَتَلَقَّى أَخْبَارَكُمْ، قَالَ: قُلْتُ: أَجَسَادُكُمْ أَمْ أَرْوَاحُكُمْ؟ قَالَ: هَيْهَاتَ، بَلَيْتِ الْأَجْسَادُ، وَإِنَّمَا تَتَلَقَّى الْأَرْوَاحَ.

”میں نے عاصم محمدی کو ان کی وفات کے دو سال بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا: کیا آپ فوت نہیں ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: تو اب آپ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں جنت کے ایک باغ میں ہوں۔ میں اور میرے ساتھی ہر جمعہ کی رات اور صبح کو بکر بن عبد اللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں اور تمہاری خبریں سنتے ہیں۔ میں نے کہا: تمہارے جسم یا تمہاری روحیں؟ انہوں نے کہا: جسم تو بوسیدہ ہو چکے ہیں، صرف روحیں ملاقات کرتی ہیں۔“ (المنامات لابن أبي الدنيا: 58، المنتظم لابن الجوزي: 74/7، تفسیر ابن کثیر: 95/5 بتحقیق عبد الرزاق المہدی، أحوال القبور لابن رجب: 130)

تبصرہ: یہ خود ساختہ خواب ہے، کیونکہ:

- ① یحییٰ بن بسطام راوی غیر معتبر اور غیر ثقہ ہے۔
 - ② مسموع بن عاصم راوی کو اگرچہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے [الثقات: 198/9] میں ذکر کیا ہے، لیکن امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَا يَتَّبَعُ عَلَى حَدِيثِهِ، وَلَيْسَ بِمَشْهُورٍ بِالنَّقْلِ.
- ”اس کی حدیث منکر ہوتی ہے اور یہ روایت کرنے

میں معروف بھی نہیں۔“ (الضعفاء الكبير: 264/4)

لہذا یہ راوی ”مجہول“ ہے۔

③ عاصم جمہوری کی اولاد میں سے جو شخص یہ قصہ بیان کر رہا ہے، وہ ”مبہم“ (جس کا نام تک معلوم نہ ہو) ہے۔

ایک تو ان تین علتوں کی بنا پر یہ قصہ ہی ثابت نہیں ہو سکا، دوسری بات یہ ہے کہ کسی نامعلوم و مجہول شخص کا خواب دین میں کیسے دلیل بن سکتا ہے؟

⑨ جلیل القدر امام، سفیان ثوری رحمہ اللہ (97-161ھ) سے منقول ہے:

بَلَّغْنِي عَنِ الضَّحَّاكِ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ زَارَ قَبْرًا يَوْمَ السَّبْتِ، قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، عَلِمَ الْمَيِّتُ بِزِيَارَتِهِ، قِيلَ لَهُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ: لِمَكَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ.

”مجھے ضحاک رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول پہنچا ہے کہ اگر کوئی ہفتے کے دن طلوع آفتاب سے پہلے کسی قبر پر جائے تو میت کو اس کے آنے کا علم ہو جاتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا: جمعہ کے دن کی برکت سے۔“

(شعب الإيمان للبيهقي: 476/11، ح: 8863)

تبصرہ: یہ جھوٹ کا پلندہ ہے، کیونکہ اس کا راوی عبد العزیز بن ابان

”کذاب“ اور خبیث ہے۔ اس کے بارے میں:

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں: وَضَعَ أَحَادِيثَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، لَمْ تَكُنْ.

”اس نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منسوب کر کے ایسی احادیث گھڑ لی ہیں، جن کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔“ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 377/5)

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كُلُّ مَنْ حَدَّثَ بِهِ عَنْ

سُفْيَانَ، فَهُوَ كَذِبٌ.

”جس نے بھی اس کے واسطے سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ

کی روایت بیان کی ہیں، وہ جھوٹا ہے۔“ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 377/5)

دوسری بات یہ ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ بات پہنچانے والا نامعلوم ہے، کسی جھوٹے شخص کی نامعلوم شخص سے بیان کردہ بات کا کیا اعتبار؟

② امام مجاہد بن جبر تابعی رحمہ اللہ (م: 101-104 ھ) سے منقول ہے:

إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ، فَمَلَكَ قَابِضُ نَفْسِهِ، فَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَهُوَ يَرَاهُ عِنْدَ غُسْلِهِ، وَعِنْدَ حَمَلِهِ، حَتَّى يَصِيرَ إِلَى قَبْرِهِ.

”جب مرنے والا مرتا ہے اور فرشتہ اس کی جان قبض کر لیتا ہے تو وہ اپنے غسل اور اپنے اٹھا کر قبر تک لے جائے جانے تک ہر چیز کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔“

(المنامات لابن أبي الدنيا: 9)

تبصرہ: اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کے راوی محمد بن عثمان بن

صفوان رحمہ اللہ کے بارے میں:

✿ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ.

”اس کی بیان کردہ حدیث منکر اور ضعیف ہوتی ہے۔“ (الجرح والتعديل: 24/8)

✿ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

”یہ قوی نہیں ہے۔“ (أسئلة البرقاني للدارقطني: 473)

لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے [الثقات (424/7)] میں ذکر کرنا صحیح نہیں۔

② بکر بن عبد اللہ بن عمرو مزی (م: 106 ھ) کا بیان ہے:

بَلَّغَنِي أَنَّهُ مَا مِنْ مَيِّتٍ إِلَّا وَرُوحُهُ بِيَدِ مَلِكِ الْمَوْتِ، فَهُمْ يُغَسِّلُونَهُ، وَيُكْفِنُونَهُ، وَهُوَ يَرَى مَا يَصْنَعُ أَهْلُهُ، فَلَوْ أَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى الْكَلَامِ، لَنَهَاهُمْ عَنِ

الرَّئَةِ، وَالْعَوِيلِ . ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو بھی مرنے والا مرتا ہے تو اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ گھر والے اسے نہلا رہے ہوتے ہیں اور کفن دے رہے ہوتے ہیں تو وہ انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ بولنے پر قادر ہو تو ضرور انہیں شور اور چیخ و پکار سے منع کرے۔“ (المنامات لابن أبي الدنيا : 10)

تبصرہ : بکر بن عبد اللہ مزنی کو یہ بات کس نے پہنچائی اور کس کی طرف سے پہنچائی، کچھ بھی معلوم نہیں، لہذا یہ ناقابل التفات ہے۔

② عمرو بن دینار رحمہ اللہ (م: 126ھ) سے منقول ہے :

مَا مِنْ مَيِّتٍ، إِلَّا وَهُوَ يَعْلَمُ مَا يَكُونُ فِي أَهْلِهِ بَعْدَهُ، وَإِنَّهُمْ لَيَعْسَلُونَهُ، وَيَكْفِنُونَهُ، وَإِنَّهُ لَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ . ”ہر مرنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں پر کیا بیتے گی؟ گھر والے اسے غسل و کفن دے رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے۔“ (إحياء علوم الدين للغزالي : 497/4، أحوال القبور لابن رجب، ص: 149، شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور للسوطي، ص: 103)

تبصرہ : کسی بھی کتاب میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں۔ ایسے بے سرو پا اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔

③ جلیل القدر تابعی، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے :

إِنَّ الْمَيِّتَ لَيَعْرِفُ كُلَّ شَيْءٍ، حَتَّىٰ إِنَّهُ لَيَنَاشِدُ بِاللَّهِ غَاسِلَهُ : إِلَّا خَفَّفَتْ عَلَيْهِ، قَالَ : وَيُقَالُ لَهُ، وَهُوَ عَلَىٰ سَرِيرِهِ : اِسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ . ”بے شک مردہ ہر چیز کو جانتا ہے، یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو بھی جانتا ہے، اللہ کی قسم دے کر کہتا ہے کہ مجھے بآسانی نہلانا۔ (امام سفیان نے فرمایا:) کہ اس کے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے متعلق لوگوں کی تعریف سنیں۔“

(روحوں کی دنیا از احمد رضا خان بریلوی، ص: 44)

تبصرہ : اس کا کوئی حوالہ نہیں مل سکا، البتہ اس کے آخری الفاظ [حلیۃ

الاولیاء (54/7)] میں موجود ہیں اور ان کی سند ”ضعیف“ ہے۔ سہل بن مغیرہ، ابوی، بزار کی توثیق نہیں مل سکی۔ حافظ ابو نعیم اصبہانی کے استاذ محمد بن علی کا تعین اور توثیق بھی مطلوب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ (150-204ھ) فرماتے ہیں: وَلَمْ يَكْلِفِ اللَّهُ أَحَدًا أَنْ يَأْخُذَ عَمَّنْ لَا يَعْرِفُ. ”اللہ تعالیٰ نے کسی کو مجہول راویوں کی روایات لینے کا مکلف نہیں بنایا۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدي: 116/1، وفي نسخة: 270/1، وسنده صحيح)

②۴ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (م: 83ھ) کی طرف یہ قول منسوب ہے:

الرُّوحُ بِيَدِ مَلِكٍ، يَمْشِي مَعَ الْجَنَازَةِ، يَقُولُ: أَسْمَعْ مَا يُقَالُ لَكَ، فَإِذَا بَلَغَ حُفْرَتَهُ، دَفَنَهُ مَعَهُ. ”روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ جنازے کے ساتھ چل رہا ہوتا ہے اور روح سے کہہ رہا ہوتا ہے: جو کچھ تیرے بارے میں کہا جا رہا ہے، اسے سن! جب قبر تک پہنچتا ہے تو اسے جسم کے ساتھ ہی دفن کر دیتا ہے۔“

(المنامات لابن أبي الدنيا: 8)

تبصرہ : اس قول کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ امام سفیان ثوری اور اعمش

دونوں ”مذلس“ ہیں اور بصیغہ عن روایت بیان کر رہے ہیں، لہذا اصول حدیث کے مطابق یہ روایت ناقابل اعتماد و اعتبار ہے۔

②۵ ابن ابی نجیح (م: 131ھ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ، إِلَّا وَرُوحُهُ فِي يَدِ مَلِكٍ، يَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ، كَيْفَ يُغْسَلُ، وَكَيْفَ يُكْفَنُ، وَكَيْفَ يُمْشَى بِهِ إِلَى قَبْرِهِ.

”جو بھی مرنے والا مرتا ہے، اس کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اپنے جسم کو نہلائے جانے، کفن دیئے جانے اور قبر کی طرف لے جانے کے مناظر دیکھ رہا ہوتا ہے۔“

(أحوال القبور لابن رجب، ص: 149، شرح الصدور للسيوطي، ص: 104)

تبصرہ : اس روایت کی کوئی سند نہیں مل سکی، لہذا مردود ہے۔

(26) ابو عبد اللہ، بکر، مزنی سے منقول ہے:

حَدَّثْتُ أَنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْتَبْشِرُ بِتَعْجِيلِهِ إِلَى الْمَقَابِرِ .

”مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ میت جلد قبرستان کی طرف لے جانے پر خوش ہوتی ہے۔“

تبصرہ : اس کی بھی کوئی سند نہیں مل سکی، لہذا باطل ہے۔

(27) عظیم تابعی، امام سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ (م بعد 90ھ) سے منقول ہے:

إِنَّ سَلْمَانَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ، التَّقِيَّاءَ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : إِنَّ لَقِيتَ رَبَّكَ قَبْلِي، فَأَخْبِرْنِي مَاذَا لَقِيتَ مِنْهُ ؟ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : أَلْقَى الْأَحْيَاءَ الْأَمْوَاتُ، قَالَ : نَعَمْ، أَمَّا الْمُؤْمِنُونَ، فَإِنَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ تَذْهَبُ حَيْثُ شَاءَتْ، قَالَ : فَتُوفِّي أَحَدُهُمَا قَبْلَ صَاحِبِهِ، فَلَقِيَهُ الْحَيُّ فِي الْمَنَامِ، فَكَانَتْهُ سَأَلَهُ، فَقَالَ الْمَيِّتُ : تَوَكَّلْ وَأَبْشِرْ، فَإِنِّي لَمْ أَرِ مَثَلَ التَّوَكَّلِ قَطُّ .

”سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کی ملاقات

ہوئی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اگر آپ مجھ سے پہلے اپنے رب سے جا ملیں تو مجھے بتانا کہ ملاقات کیسی رہی؟ اس پر دوسرے نے کہا: کیا مردے زندہ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں؟ پہلے نے کہا: جی ہاں، مؤمنوں کی روہیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور وہ جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔ ان میں سے ایک پہلے فوت ہو گیا اور زندہ خواب میں اس کو ملا اور پوچھا تو مرنے والے نے کہا: توکل کریں اور مطمئن رہیں، کیونکہ میں نے توکل جیسی کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔“ (مصنف ابن أبي شيبة: 120/7، الزهد لعبد الله بن المبارك: 428، الزهد

لأبي داود: 258، التاريخ الأوسط للبخاري: 276، المنامات لابن أبي الدنيا: 21، شعب الإيمان

للبیهقي: 489/2، ح: 1293، والسیاق له، تاریخ دمشق لابن عساکر: 460/21)

تبصرہ : اس کی سند ”منقطع“ ہونے کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

سعید بن مسیب تابعی کا سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

حلیۃ الاولیاء (205/1) میں اس کی ایک اور سند مذکور ہے، اس میں ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن ”ضعیف“ اور ”مختلط“ ہے۔ اس کے بارے میں :

حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : أَبُو مَعْشَرٍ هَذَا، مَنْ ضَعَّفَهُ أَكْثَرُ مِمَّنْ وَثَّقَهُ . ”ابو معشر کو ضعیف کہنے والے اس کی توثیق کرنے والوں سے

زیادہ ہیں۔“ (بیان الوهم والإيهام : 234/3 ، الرقم : 964)

حافظ ابن العراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ . ”یہ راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(طرح التثريب : 4/3)

حافظ بوسیری کہتے ہیں : وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔“ (اتحاف المهرة : 511/6)

②8 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے : إِنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتْدِ

يُوتَدُ، وَالْمِسْمَارِ يُضْرَبُ، فِي بَعْضِ الدُّوَرِ الْمُطِيفَةِ بِمَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتُرْسِلُ إِلَيْهِمْ : لَا تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”وہ نبی پاک ﷺ کی مسجد کے ساتھ ملحق گھروں میں کیل یا میخ ٹھونکنے کی آواز سنیں تو ان اہل خانہ کے پاس پیغام بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ دو۔“

(الدرة الثمينة في أخبار المدينة لابن النجار : 197)

تبصرہ : یہ انتہائی جھوٹی روایت ہے، اس کا راوی محمد بن حسن بن زبالہ

مخزومی ”کذاب“ اور جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا شیدائی تھا۔

اس کے بارے میں :

① امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

لَيْسَ بِثَقَّةٍ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ، كَانَ كَذَّابًا، وَلَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ .
”یہ قابل اعتماد نہیں تھا، حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا، جھوٹا اور فضول شخص تھا۔“

(تاریخ ابن معین بروایۃ العباس الدوري : 511,510/2)

② امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَإِهْيَ الْحَدِيثِ،
ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، عِنْدَهُ مَنَاقِبُ، وَلَيْسَ بِمَتْرُوكِ الْحَدِيثِ .
”اس کی بیان کردہ حدیث کمزور، ضعیف اور منکر ہوتی ہے۔ اس کے پاس عجیب و غریب قسم کی روایات ہیں، البتہ یہ متروک الحدیث نہیں۔“ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 228/7)

③ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .
”محدثین نے اس کی روایات چھوڑ دی ہیں۔“ (كتاب الضعفاء والمتروكين : 535)

④ امام ابو زرہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهُوَ وَاهِي الْحَدِيثِ .
”اس کی بیان کردہ حدیث کمزور ہوتی ہے۔“ (الجرح والتعديل : 228/7)

⑤ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”متروک“ قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرقاني للدارقطني : 427)

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ،
وَيَرْوِي عَنِ الثَّقَاتِ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمْ، مِنْ غَيْرِ تَدْلِيلٍ مِنْهُمْ .
”یہ حدیثوں کا سرقہ کرتا تھا اور ثقہ راویوں سے بغیر تدلیس کے وہ روایات بیان کرتا

تھا، جو اس نے ان سے نہیں سنی ہوتی تھیں۔“ (المجروحين : 275/2)

④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَذَّبُوهُ.

”محدثین کے نزدیک یہ شخص جھوٹا تھا۔“ (تقریب التہذیب: 8515)

نیز فرماتے ہیں: مُتَّفَقٌ عَلَىٰ ضَعْفِهِ.

”اس کے ضعیف ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔“ (فتح الباری: 298/11)

یہ جروح میں لتھڑا ہوا راوی ہے، اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ تو شیع بھی ثابت نہیں۔

اس روایت میں ”انقطاع“ بھی ہے، عبدالعزیز بن ابو حازم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے لقاء و

سماع نہیں ہے۔ اس کے متابع راوی نوفل بن عمارہ کا کتب رجال میں کہیں ذکر نہیں۔

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: لَمَّا مَرَضَ أَبِي أَوْصَى أُنْ

يُوتِي بِهِ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُسْتَأْذَنُ لَهُ، وَيَقَالُ: هَذَا أَبُو

بَكْرٍ يُدْفَنُ عِنْدَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَإِنْ أْذِنَ لَكُمْ فَادْفَعُونِي، وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَكُمْ

فَادْهَبُوا بِي إِلَى الْبَقِيعِ، فَأْتِي بِهِ إِلَى الْبَابِ، فَقِيلَ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ قَدْ اشْتَهَى

أَنْ يُدْفَنَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَوْصَانَا، فَإِنْ أْذِنَ لَنَا

دَخَلْنَا، وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَنَا انْصَرَفْنَا، فَتَوَدِدُنَا أَنْ ادْخُلُوا وَكَرَامَةً، وَسَمِعْنَا

كَأَمَّا وَلَمْ نَرَ أَحَدًا.

فرمائی کہ انہیں (وفات کے بعد) نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر لے جایا جائے اور آپ ﷺ

سے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا جائے: اللہ کے رسول! یہ ابو بکر ہیں اور انہیں آپ کے

قریب دفن کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر تمہیں

اجازت نہ ملے تو مجھے بقیع میں لے جانا۔ (جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو) انہیں

دروازے پر لایا گیا اور کہا گیا: یہ ابو بکر ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کی

خواہش رکھتے تھے اور اس حوالے سے ہمیں وصیت کر چکے ہیں۔ اگر ہمیں اجازت ملے گی تو

ہم داخل ہوں گے، ورنہ لوٹ جائیں گے۔ ہمیں آواز آئی کہ عزت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔
ہمیں آواز دینے والا سنائی نہیں دیا۔“ (الخصائص الكبرى للسيوطي: 2/492)

تبصرہ : یہ بے سند اور باطل روایت ہے۔ علامہ سیوطی نے اسے امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب [رؤاة مالک] کے حوالے سے ذکر کیا ہے، جو کہ مفقود ہو چکی ہے، نیز علامہ سیوطی نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی طرف سے اس روایت کو ”غریب جدا“ کہنا بھی نقل کیا ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (تاریخ دمشق: 30/436) نے اس سے ملتی جلتی ایک روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

وَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ يُؤَدِّنُ إِلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا أَبُو بَكْرٍ مُسْتَأْذِنٌ، فَرَأَيْتُ الْبَابَ قَدْ تَفْتَحُ، وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ: أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى حَبِيبِهِ، فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَقٌّ.

”میں سب سے پہلا شخص تھا، جس نے دروازے سے اندر جانے کی اجازت لی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابو بکر ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھلا اور میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ، کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے ملاقات کا مشتاق ہے۔“

لیکن یہ روایت بھی باطل ہے۔ اسے ذکر کرنے کے بعد امام ابن عساکر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
هَذَا مُنْكَرٌ، وَرَأَوِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ مُوسَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَطَاءٍ الْمَقْدِسِيُّ [كَذَّابٌ]، وَعَبْدُ الْجَلِيلِ مَجْهُولٌ. ”یہ منکر روایت ہے۔ اس کا راوی

ابوطاہر موسیٰ بن محمد بن عطاء مقدسی کذاب ہے اور عبد الجلیل مجہول ہے۔“

نیز دیکھیں (لسان المیزان لابن حجر: 3/391، الخصائص الكبرى للسيوطي: 2/492)

اس کے راوی ابو طاہر مقدسی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی، موسیٰ بن سہل رملی اور ابو زرہ رازی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: وَكَانَ يَكْذِبُ .

”یہ جھوٹ بولتا تھا“ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 161/8)

امام ابن عدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَيَسْرِقُ الْحَدِيثَ .

”یہ منکر الحدیث ہے اور یہ حدیث کا سرقہ کرتا تھا“ (الکامل في ضعفاء الرجال: 347/6)

امام ابن حبان رحمہم اللہ فرماتے ہیں: وَيَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى الثَّقَاتِ .

”یہ ثقہ راویوں سے منسوب کر کے حدیثیں گھڑتا تھا“ (كتاب المجروحين: 243/2)

امام دارقطنی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

”یہ متروک الحدیث راوی ہے“ (العلل: 179/1)

حافظ ذہبی رحمہم اللہ اسے ”کذاب“ اور ”متم“ قرار دیا ہے۔ (المغني في الضعفاء: 686/2)

نیز اس میں جبہ عربی راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ (لسان الميزان: 391/3)

تنبیہ نمبر ① : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إشْهَدُوا لِهَؤُلَاءِ الشُّهَدَاءِ، عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَتَوْهُمْ، وَزَوَّرُوهُمْ، وَسَلَّمُوا عَلَيْهِمْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا رَجَوْتُ لَهُ، أَوْ قَالَ: إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ» .

”تم قیامت کے روز اللہ کے ہاں ان شہداء کے لیے گواہ بن جانا۔ ان (کی قبروں) کے پاس آیا کرو، ان کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کہا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کہے گا، میں اس کے لیے

(مغفرت کی) امید رکھتا ہوں۔ یا فرمایا کہ وہ سلام کا جواب دیں گے۔“

(مسند علی بن الجعد، ص: 433، ح: 2945، وسندہ حسن)

اس حدیث میں شہداء کی طرف سے سلام کا جواب دیئے جانے کی بات راوی نے بطور شک بیان کی ہے۔ جن سندوں میں بطور جزم جواب دینے کا ذکر ہے، وہ ساری کی ساری ”ضعیف“ ہیں۔ شک کے طور پر بیان کی گئی بات قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں مردوں کے سننے اور دیکھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ بصورتِ صحت حدیث اللہ تعالیٰ ان کو باخبر کر دیتا ہوگا۔

تنبیہ نمبر ② : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي، فَاصْعُقُ ثَوْبِي، وَأَقُولُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ، فَوَاللَّهِ! مَا دَخَلْتُهُ، إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَى ثِيَابِي، حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ .

”میں اپنے اس حجرے میں، جس میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد (سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدفون تھے، داخل ہوتی تو (سرکا) کپڑا اتار دیا کرتی تھی اور (دل میں) یہ کہتی کہ یہاں میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں۔ لیکن جب ان کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن ہو گئے تو اللہ کی قسم! میں اس حجرے میں صرف اسی حالت میں داخل ہوئی کہ میں اپنا (سرکا) کپڑا سختی سے باندھ لیتی تھی۔ میں یہ کام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے کرتی تھی۔“

(مسند الإمام أحمد: 6/202، المستدرک علی الصحيحین للحاکم: 3/62، ح: 4402،

8/4، ح: 6721، وسندہ صحیح)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

حافظ بیہقی لکھتے ہیں: وَرَجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

”اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔“ (مجمع الزوائد: 26/8)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: مَا زِلْتُ أَضْعُ حِمَارِي، وَأَتَفَضَّلُ فِي ثِيَابِي فِي بَيْتِي، حَتَّى دُفِنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيهِ، فَلَمْ أَزَلْ مُتَحَفِّظَةً فِي ثِيَابِي، حَتَّى بَنَيْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُبُورِ جِدَارًا، فَتَفَضَّلْتُ بَعْدُ.

”میں ہمیشہ اپنے حجرے میں اپنا دوپٹہ اتار دیتی اور کام کاج کے معمولی کپڑے پہن لیتی تھی، حتیٰ کہ اس میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دفن کر دیئے گئے۔ اس وقت سے میں اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی رہتی تھی، یہاں تک کہ میں نے قبروں کے سامنے ایک دیوار بنا دی، اس کے بعد میں نے گھر میں کام کاج کے معمولی کپڑے پہننا شروع کر دیئے۔“

(الطبقات الكبرى لابن سعد: 277/3، تاریخ مدینۃ لابن شبة: 945/3، وسندہ حسن)
کچھ کام انسان طبعی طور پر بے ساختہ کرتا ہے اور ان کے پیچھے کوئی عقیدہ و نظریہ کارفرما نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے سنت کی محبت میں بے ساختہ اسے مخاطب کیا اور فرمایا:

«أَمَّا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ».

”اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے، تُو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے نہ چومتا۔“

(صحیح البخاری: 1605، صحیح مسلم: 1270)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی بھی صحابی سے مردوں کے زندوں کو دیکھنے یا ان کی باتیں سننے کا عقیدہ و نظریہ ثابت نہیں، نہ خیر القرون یا بعد کے ائمہ اہل سنت نے اس روایت سے یہ مسئلہ اخذ ہی کیا۔ مردوں سے پردہ کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

تنبیہ نمبر ③: سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی:

ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدَرَ مَا تُنَحِّرُ جَزُورًا وَيُقَسِّمَ لَحْمَهَا، حَتَّى اسْتَأْنَسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أَرَا جَعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّیْ .

”تم میری قبر پر اتنی دیڑھرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یوں میں تمہاری (دُعا کی وجہ سے) وجہ سے وحشت سے بچ جاؤں گا اور مجھے اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوالات کے جوابات یاد آ جائیں گے۔“

(صحیح مسلم: 121)

اس روایت میں مردے کے سننے یا دیکھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ قبر پر کھڑے ہو کر دُعا کرنے سے مردہ وحشت اور سوال و جواب میں پریشانی سے بچ جاتا ہے۔

ویسے بھی یہ بات تو مسلم ہے کہ مردہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے (صحیح بخاری: 178/1، ح: 1378، صحیح مسلم: 379/2، ح: 2870) اور اس سے مردے کو وحشت ہوتی ہے، لہذا جب تک لوگ واپس نہیں لوٹتے مردے کو ایک قسم کی مانوسیت رہتی ہے۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ارادہ غالباً یہی تھا کہ لوگ زیادہ دیر تک کھڑے دُعا و استغفار کرتے رہیں اور سوال و جواب کا مرحلہ طے ہو جائے۔

حافظ، عبد الرحمن بن علی، ابن الجوزی (508-597ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ سَبَقَ فِي مُسْنَدِ أَنَسٍ وَغَيْرِهِ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفَقَ النِّعَالِ إِذَا وَلَّوْا، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ، حَسَنٌ أَنْ يَقُولَ: حَتَّى اسْتَأْنَسَ بِكُمْ .

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مسند میں یہ بات گزر چکی ہے کہ دفن کر کے واپس جاتے وقت مردہ لوگوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ جب ایسا ہے تو یہ کہنا درست ہے کہ (تم میری قبر پر ٹھہرے رہنا) تاکہ میں تمہاری وجہ سے مانوس رہوں۔“

(كشف المشكل من حديث الصحيحين: 111/4)

تنبیہ نمبر ۴ : عمرو بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ، إِلَّا وَرُوحُهُ فِي يَدِ مَلِكٍ، يَنْظُرُ إِلَى جَسَدِهِ، كَيْفَ يُغَسَّلُ، وَكَيْفَ يُكْفَنُ، وَكَيْفَ يُمَشَى بِهِ، فَيَجْلِسُ فِي قَبْرِهِ، يُقَالُ لَهُ، وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ: اِسْمَعْ ثَنَاءَ النَّاسِ عَلَيْكَ.

”جو بھی بندہ مرتا ہے، اس کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ اپنے جسم کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اسے کیسے غسل و کفن دیا جا رہا ہے اور کیسے قبرستان کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ پھر اسے قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ جب وہ چارپائی پر ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: اپنے بارے میں لوگوں کی تعریف سن۔“

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء لأبی نعیم الأصبہانی: 349/3، وسندہ صحیح)

عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی اس رائے کا تعلق عالم برزخ سے ہے، ہماری نظر میں اس پر قرآن و سنت کی کوئی دلیل نہیں۔



بچے کے بال اور چاندی کا صدقہ!

بچے کی ولادت کے ساتویں دن اس کے جو بال اتارے جاتے ہیں، ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنا ثابت نہیں۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 235/8، مسند الإمام أحمد: 391,390/6، العیال لابن أبی الدنیا: 53)

لیکن اس روایت کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن محمد بن عقیل جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔